فرقہ مسعودیہ: اکے اعتراضات اوران کے جوابات

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم زبیر علی زئی صاحب! السلام علیکم!

ہمارے علاقے میں تقریباً بیس (۲۰) سال سے ڈاکٹر عثمانی کیماڑی والے کا مرکز ہے۔ جو شخص بھی توحید کی طرف مائل نظر آئے یہ لوگ اسے مسلک اہلحدیث سے متنفر کر کے فرقہ عثمانیہ میں شامل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ ہمارے بعض احباب بھی اس فرقے میں شامل ہوگئے ہیں۔ براہ مہربانی چند سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں تاکہ ہم اپنے دیگر احباب کو اس فتنے سے بچانے کی سعی کرسکیں جزاک اللہ (خیراً)

سوال ۱: مسند احمد کی حدیث براء بن عازب میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: " **فتعاد روحه في جسده** " (مشکوۃ باب مایقال عند من حضرہ الموت' الفصل الثالث) اس حدیث کو کن کن محدثین نے صحیح قرار دیا ہے ان کے نام اور حوالہ جات مفصل تحریر کریں۔ کتاب اور صفحہ نمبر ضرور تحریر کیجئے گا۔ زاذان اور منہال بن عمرو کو کن محدثین نے قابل حجت قرار دیا ہے۔ ابن تیمیہ' ابن قیم' اور البانی کی تحقیق کو یہ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

سوال ۲: کیا نکیرین کے سوال و جواب اور حساب کتاب کے بعد روح پھر میت کے بدن سے نکال لی جاتی ہے۔

سوال ۳: براء بن عازب کی روایت سے اعادہ روح ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ دیگر احادیث مثلاً ابراہیم کیلئے جنت میں دودھ پلانے والی موجود ہے اور عمرو بن لُحَیّ کو جہنم میں دیکھنا وغیرہ سے جنت یا دوزخ میں روح کی موجودگی بھی ثابت ہوتی ہے۔ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دے دیں اور بتادیں کہ روح کا اصل مقام کہاں ہے؟

سوال ۴: کیا علیین جنت کا ایک مقام اور سجین دوزخ کے ایک مقام کا نام ہے۔ اس کے بارے میں محدثین سے کچھ ثابت ہے یا نہیں؟

سوال ۵: صحیح مسلم میں ہے کہ مرتے وقت حضرت عمرو بن العاص نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے دفن کر کے اتنی دیر تک قبر کے پاس ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا یہ روایت صحیح ہے۔ کیا صاحب قبر کو اپنی قبر کے پاس کھڑے رہنے والے کا علم ہوتا ہے اور اس سے اسے تسلی اور اطمینان بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس روایت کا اصل مفہوم کیا ہے؟

سوال ۶: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک قبر میں اور روح جنت سے اوپر مقام الوسیلہ میں ہے؟
(صحیح بخاری جلد اول ص ۱۸۵ مطبوعہ دہلی)

سوال ۷: کیا مردے پر زندہ کے اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن رواحہ کے عزیزوں کا واقعہ تفسیر ابن کثیر (جلد ۲/ص ۴۳۹) میں ہے۔ اور کیا مردہ قبر کی زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے (جامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵)
عرض اعمال کیلئے دیکھئے حدیث انس بن مالک (مسند احمد ۱۶۴ جلد ۳)

سوال ۸: کیا امام احمد بن حنبل اور اکابرین حنابلہ سے سماع موتی اور عرض اعمال کا عقیدہ ثابت ہے یا ڈاکٹر عثمانی نے مغالطہ دیا ہے؟

سوال ۹: حضرت ابوہریرہ کا یہ قول کس کتاب میں ہے اور یہ صحیح ہے یا ضعیف:

''امام دو دفعہ سکتہ کرتا ہے، اس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو غنیمت جانو۔'' یہ حدیث کی کس کتاب میں ہے اور صحیح ہے یا ضعیف؟

سوال ۱۰: کن صحابہ سے ثابت ہے کہ وہ قرأت کے بعد، رکوع کرنے سے پہلے، مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کی مہلت دینے کیلئے سکتہ کرنے کے قائل وفاعل تھے؟ والسلام: وقار علی مبین الیکٹرونکس امین پارک لاہور۔۲''

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

ا: حدیثِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حدیث کی درج ذیل کتابوں میں تفصیل اور اختصار کے ساتھ منہال بن عمرو عن زاذان عن البراء بن عازب کی سند کے ساتھ موجود ہے۔

(۱) سنن ابی داود (ح ۳۲۱۲ '۴۷۵۳ ' ۴۷۵۴)

(۲) سنن ابن ماجہ (ح ۱۵۴۸ ' ۱۵۴۹)

(۳) سنن النسائی (۴/ ۷۸ ح ۲۰۰۳)

(۴) مسند الامام احمد (۴/ ۲۸۷ ' ۲۸۸ ۲۹۷)

(۵) زوائد مسند احمد لعبد اللہ بن أحمد (۴/ ۲۹۶)

(۶) مصنف عبد الرزاق (۳/ ۵۸۰ ـ ۵۸۲ ح ۶۷۳۷)

(۷) مسند الطیالسی (ص ۱۰۲ '۱۰۳ ' ح ۷۵۳)

(۸) مصنف ابن ابی شیبہ (۳/ ۳۸۰ ـ ۳۸۲ ح ۱۲۰۵۸)

(۹) زھد ھناد بن السری (۱/ ۲۰۵ ـ ۲۰۷ ح ۳۳۹)

(۱۰) مسند ابی عوانہ کما فی اتحاف المھرۃ لابن حجر (۲/ ۴۵۹ ح ۲۰۶۳)

(۱۱) الشریعہ للآجری (ص ۳۶۷ ـ ۳۷۰ ح ۸۶۴ ـ ۸۶۷)

(۱۲) زوائد الزھد لحسین بن الحسن المروزی (ص ۴۳۰ ـ ۴۳۳ ح ۱۲۱۹)

(۱۳) التوحید لابن خزیمہ (ص ۱۱۹ '۱۲۰)

(۱۴) المستدرک للحاکم (۱/ ۳۷ ـ ۳۹/ ۴۰) وقال: ''صحیح علی شرط الشیخین'' وقال الذھبی: ''وھو علی شرطھما''

(۱۵) تفسیر الطبری (۸/ ۱۲۹ '۱۳/ ۱۴۳)

(۱۶) عذاب القبر للبیہقی (۲۰) وقال (۱۹): ''ھذا حدیث کبیر صحیح الإسناد''

(۱۷)شعب الایمان للبیھقی (۳۹۵)وقال:''ھذا حدیث صحیح الإسناد''

(۱۸)المعجم الاوسط للطبرانی (ح ۳۰۲۳'۷۴۱۳)

(۱۹)تفسیر ابن ابی حاتم (۵/۱۴۷۷'۱۴۷۸ ح ۸۴۶۵)

(۲۰)مسند الرویانی (۱/۲۶۳ ـ ۲۶۷ ح ۳۹۲)

۲۱ـ تاریخ دمشق لابن عساکر (۶۳/۲۶۸'۲۶۹)

اسے درج ذیل محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔

(۱)بیہقی

(۲)حاکم

(۳)ذہبی

(۴)القرطبی فی التذکرۃ فی أحوال الموتی وأمور الآخرۃ (ص ۱۱۹)

(۵)ابوعوانہ روی حدیثہ فی صحیحہ (کتاب الروح ص ۶۰ اتحاف المھرۃ ۴۵۹/۲)

بعض لوگوں نے زاذان اور منہال بن عمرو پر جرح کی ہے لہٰذا ان دونوں راویوں کے حالات علی الترتیب وبالتفصیل پیش خدمت ہیں۔

﴿الیاقوت والمرجان فی توثیق أبي عمر زاذان﴾

ابوعمر زاذان الکندی الکوفی صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

صحیح مسلم:	(۱۶۵۷'۱۹۹۷/۵۷)
ترمذی:	(۱۸۴۶ '[۱۸۶۸اوقال:حسن صحیح] ۱۹۸۶ '۲۵۶۶'۳۸۱۲)
ابوداود:	(۲۴۹ '۳۲۱۲'۳۷۶۱ '۵۱۶۸)
النسائی:	(۱۲۸۳ '۲۰۰۳ '۵۶۴۸)
ابن ماجہ:	(۵۹۹ '۱۵۴۸ '۱۵۴۹'۱۵۵۵ '۴۰۲۱)
ابن خزیمہ:	(۲۷۹۱)
ابن حبان:	(الاحسان ۲/۱۳۴ ح ۹۱۰)

اب زاذان پر جرح مع تبصرہ پیش خدمت ہے.

۱ـ سلمہ بن کہیل=''ابوالبختری الطائی اعجب الیّ''(کتاب المعرفۃ والتاریخ لیعقوب بن سفیان ۲/ ۷۹۵ وسندہ صحیح)

یعنی اس کے بجائے مجھے ابوالبختری الطائی زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے۔

یہی قول دوسرے علماء نے اختصار وتفصیل اور معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔دیکھئے تھذیب التھذیب وغیرہ'

ابوالبختری سعید بن فیروز الطائی صحاح ستہ کا راوی اور ثقہ ہے دیکھئے تھذیب الکمال للمزی (۲۷۸/۷، ۲۷۹)
تنبیہ: سلمہ بن کہیل ۱۲۱ھ یا ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے (تھذیب الکمال ۷/ ۴۵۹، ۴۶۰)
وھب بن وھب الاسدی المدنی القاضی ۱۲۱ھ یا اس کے بعد پیدا ہوا۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۹/ ۳۷۵ قال: توفی سنۃ مائتین ولہ بضع وسبعون سنۃ) لہٰذا سلمہ بن کہیل کے قول کا مصداق وھب بن وھب قطعاً نہیں ہے۔ اور کتاب المعرفۃ کی صراحت ''الطائی'' اس سلسلے میں فیصلہ کن ہے کیونکہ الطائی صرف سعید بن فیروز ہے وھب بن وھب نہیں۔ سعید بن فیروز الطائی چونکہ ثقہ ہے لہٰذا اسے زاذان پر ترجیح دینا کوئی جرح نہیں ہے۔ سلمہ بن کہیل نے ابوالبختری الطائی کے ایک قول کو بطور حجت پیش کیا ہے (المعجم لابن الاعرابی: ۴۳۱ وسندہ قوی)
۲۔ الحکم بن عتیبہ = حکم نے زاذان سے روایت نہ لینے کا سبب یہ بیان کیا کہ:
" أکثر، یعنی من الروایة "اس نے بہت سی روایتیں بیان کی ہیں۔ (الجرح والتعدیل ۳/ ۶۱۴ وسندہ صحیح وکتب اخریٰ)
ظاہر ہے کہ بہت سی روایتیں بیان کرنا کوئی جرح نہیں بلکہ خوبی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی حدیثیں بیان کی ہیں حتی کہ بعض علماء نے ان کے بارے میں بھی کہہ دیا تھا کہ " أکثر أبو هريرة "(صحیح مسلم: ۲۴۹۲/ ۱۶۰ و صحیح البخاری: ۲۰۴۷)
۳: أبو احمد الحاکم الکبیر النیسابوری = " لیس با لمتین عندھم "(تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۰/ ۲۱۳)
یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے۔
ا: المتین کی نفی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ متین (بغیر الف لام) بھی نہیں ہے۔ لہذا ایسا راوی، اگر جمہور سے توثیق ثابت ہو تو حسن الحدیث سے کم نہیں ہوتا۔
ب: ''عندھم'' یعنی ان (نا معلوم لوگوں) کے نزدیک لیس بالمتین ہونا اس لئے بھی مردود ہے کہ یہ نامعلوم لوگ کون ہیں؟ ظاہر ہے کہ مجہول کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
ج: ابو احمد الحاکم (پیدائش ۲۹۰ھ أو قبلھا ۲۸۵ھ، وفات ۳۷۸ھ) بہت بعد کے علماء میں سے ہیں امام ابن معین وغیرہ کے مقابلے میں مجہول لوگوں سے ان کی نقل کردہ جرح مردود ہے۔
۴: حافظ ابن حجر العسقلانی =" صدوق یرسل وفیه شیعیة "(تقریب التھذیب: ۱۹۸۸) یعنی یہ سچا آدمی ہے۔ مرسل روایتیں بیان کرتا تھا اور اس میں شیعیت ہے۔
مرسل روایتیں بیان کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ امام ابوداود کی کتاب المراسیل پڑھ لیں۔ امام عطاء بن ابی رباح وغیرہ بہت سے تابعین مرسل روایتیں بیان کرتے تھے۔ " فیه شیعیة " والی بات دو وجہ سے مردود ہے۔
اول: حافظ ابن حجر نے تھذیب التھذیب میں اس قول کا ذکر ومأ خذ بیان نہیں کیا۔ اور تقریب التھذیب، تھذیب ہی کا خلاصہ ہے۔ جب اصل میں ایک قول ہے ہی نہیں تو خلاصے میں کہاں سے آ گیا؟
دوم: حافظ ابن حجر سے پہلے یہ قول محمد بن عمر الواقدی (کذاب) سے مروی ہے؛

عن محمد بن عمر (الواقدی): "و کان من شیعة علي" (کتاب الکنٰی للدولابی ۲/۴۲ وتاریخ دمشق لابن عساکر ۲۰/ ۲۱۸)
واقدی کذاب ہے دیکھئے میزان الاعتدال وغیرہ، ابراہیم بن ہاشم غیر موثق ہے دیکھئے تاریخ بغداد ۶/ ۲۰۲، ۲۰۳)
محمد بن ابراہیم بن ہاشم بھی غیر موثق ہے (انظر تاریخ بغداد ۱/ ۳۹۹) محمد بن ابراہیم کا شاگرد صاحب الکنی محمد بن احمد بن حماد الدولابی ضعیف ہے دیکھئے میزان الاعتدال (۳/ ۴۵۹) معلوم ہوا کہ "فیه شیعیة" والا قول ہر لحاظ سے باطل ہے۔
یہ کل جرح تھی۔ ابن حبان کی جرح کا ذکر آخر میں آ رہا ہے اب زاذان کی توثیق وتعدیل بھی پڑھ لیں۔

۱۔ یحیی بن معین = ثقہ (سوالات ابن الجنید: ۲۶۹)

۲۔ خطیب بغدادی = کان ثقہ (تاریخ بغداد ۸/ ۴۸۷)

۳۔ العجلی = ثقہ (تاریخ الثقات: ۴۵۰)

۴۔ مسلم = احتج بہ فی صحیحہ (۱۶۵۷، ۱۹۹۷ / ۵۷)

۵۔ ابن عدی = واحادیثہ لابأس بہا اذا روی عنہ ثقۃ (الکامل ۳/ ۱۰۹۱)

۶۔ ابن سعد = وکان ثقۃ قلیل الحدیث (الطبقات الکبری ۶/ ۱۷۹)

۷۔ أبو عوانہ الاسفرائنی = احتج بہ فی صحیحہ (۵/ ۲۸۹، ۲۹۰)

۸۔ ابن الجارود = روی لہ فی المنتقٰی : ۸۴۲

معلوم ہوا کہ ابن الجارود کے نزدیک زاذان صحیح الحدیث ہے دیکھئے میرا مضمون "نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب" (ق ص ۱۴)

۹۔ الحاکم = صحح لہ فی المستدرک

۱۰۔ الذھبی = وکان ثقۃ صادقاً (سیر اعلام النبلاء ۴/ ۲۸۰)

حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال (۲/ ۶۳) میں "صح" لکھ کر زاذان کی توثیق کا اشارہ کر دیا ہے اور یہ کہ اس پر جرح باطل ہے دیکھئے لسان المیزان (۲/ ۱۵۹ ترجمۃ: حارث بن محمد بن ابی اسامۃ)

۱۱۔ ابن شاہین = ثقہ (الثقات: ۴۱۷)

۱۲۔ ابن خزیمۃ = احتج بہ فی صحیحہ: ۲۷۹۱

۱۳۔ أبو نعیم اصبھانی "الناصح المجاب والرابح المثاب" (حلیۃ الاولیاء ۴/ ۱۹۹)

ابو نعیم اصبھانی نے زاذان کو اہل السنہ کے اولیاء میں ذکر کیا ہے (حلیۃ الاولیاء ۴/ ۱۹۹ ۔ ۲۰۴) معلوم ہوا کہ وہ ان کے نزدیک شیعہ نہیں تھا۔

☆ امام النسائی = لیس بہ بأس (تاریخ دمشق ۲۰/ ۲۱۲)

اس میں امام نسائی کے شاگرد اور بیٹے ابو موسی عبدالکریم بن احمد بن شعیب النسائی کے حالات نہیں ملے ۔ باقی ساری سند صحیح ہے۔

۱۴۔بیہقی = صحح لہ فی شعب الایمان (۳۹۵) واثبات عذاب القبر (ح ۱۹) بتحقیقی

۱۵۔القرطبی = صحح لہ فی التذکرۃ ص ۱۱۹ کما تقدم

۱۶۔ابن کثیر = " أحد التابعين : فرزقه الله التوبة على يد عبدالله بن مسعود وحصلت له انابة ورجوع إلى الحق وخشية شديدة " (البدایۃ والنہایۃ ۹/۵۰)

۱۷۔ابن حجر العسقلانی =" صدوق يرسل وفيه شيعية"(تقریب:۱۹۸۸)

یرسل اور فیہ شیعیہ کا جواب پر گزر چکا ہے متقدمین کی اصطلاح میں تشیع اور رفض کا فرق ہے لہٰذا یہ لفظ' جو کہ ثابت بھی نہیں ہے حافظ ابن حجر کے نزدیک جرح نہیں ہے۔حافظ ابن حجر عن البراء والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کما ثبت فی الحدیث'' (فتح الباری ۳/۲۳۵ تحت ح ۱۳۷۴)

۱۸۔ابوموسی الاصبھانی = حسنہ (الترغیب والترھیب ۴/۳۶۹)

۱۹۔ابن القیم = قال فی حدیثہ:''فالحدیث صحیح' لا شک فیہ'' (کتاب الروح ص ۶۵)

۲۰۔ابن تیمیہ = حسن حدیثہ (مجموع فتاوی ۴/۲۹۰)

۲۱۔الضیاء المقدسی = أخرج حدیثہ فی المختارۃ (۲/۴۷ ح ۴۵۱)

۲۲۔المنذری = ثقۃ مشہور (الترغیب والترھیب ۴/۳۶۹ ح ۵۲۲۱)

۲۳۔الترمذی = صحح لہ کما تقدم (ص ۲۳)

معلوم ہوا کہ محدثین کرام کی بہت بڑی اکثریت زاذان کو ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث وحسن الحدیث قرار دیتی ہے لہٰذا چند علماء کی غیر مفسر وغیر ثابت جرح ان کے مقابلے میں مردود ہے۔

حافظ ابن حبان کا زاذان کے بارے میں رویہ عجیب وغریب ہے وہ اسے کتاب الثقات میں ذکر کرتے ہیں (۴/۲۶۵) اور کہتے ہیں: "يخطئ كثيراً " وہ بہت غلطیاں کرتا تھا۔

ظاہر ہے کہ جو بہت غلطیاں کرے وہ ضعیف ہوتا ہے ثقہ نہیں ہوتا لہٰذا اسے کتاب الثقات میں ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ اگر ثقہ ہے تو وہ ''یخطئ کثیرا'' بالکل نہیں ہے۔

گویا حافظ ابن حبان کا قول اور الثقات میں راوی کا ذکر دونوں متناقض ہو گئے اگر امام ابن حبان کے دو اقوال میں تعارض وتناقض واقع ہو جائے تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں (قال الذھبی:" فتساقط قولاه " میزان الاعتدال ۲/۵۵۲ ترجمۃ عبدالرحمان بن ثابت بن الصامت) یہی اصول دیگر لوگوں کے بارے میں بھی ہے۔

حافظ ابن حبان نے زاذان کو کتاب: مشاہیر علماء الأمصار (ت:۱۵۰۷) میں بھی ذکر کیا ہے (ص ۱۰۴) اور کہا: "وكان يهم في الشيئ بعد الشيئ "، یعنی اسے بعض دفعہ بعض اشیاء میں وہم ہو جاتا تھا۔معلوم ہوا کہ ابن حبان نے ''یخطئ کثیراً'' سے رجوع کر لیا ہے.اس رجوع کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن حبان زاذان کی روایت اپنی صحیح میں لائے ہیں (الاحسان ۲/۱۳۴ ح ۹۱۰)

یعنی یہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث ہے.

خلاصہ یہ ہے کہ زاذان پر منکرین عذاب القبر کی نقل کردہ تمام جرحیں باطل ومردود ہیں اور زاذان ابوعمر ثقہ وصحیح الحدیث ہے والحمدللہ' المستدرک للحاکم (۱/ ۳۹) میں مختصر روایت میں ابواسحاق السبیعی نے زاذان کی متابعت کر رکھی ہے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسے عدی بن ثابت بھی بیان کرتے ہیں (کتاب الروح ص۶۶) اس کا راوی عیسیٰ بن المسیب جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

خلاصۃ التحقیق: زاذان ابوعمر رحمہ اللہ ثقہ وصحیح الحدیث ہیں اور اُن پر ڈاکٹر مسعود عثمانی وغیرہ کی جرح مردود ہے۔ والحمدللہ

﴿منهال بن عمرو، میزان جرح وتعدیل میں﴾

منہال بن عمرو صحیح بخاری وسنن اربعہ کے راوی ہیں۔

صحیح البخاری: ۳۳۷۱، ۵۵۱۵، سورۃ حم السجدۃ باب: ۱ قبل ح ۴۸۱۶

ابوداود: ۳۱۰۶، ۴۷۳۷، ۵۲۱۷

ترمذی: ۲۰۶، ۲۰۸۳، ۳۳۵۵، ۳۶۱۱، ۳۷۸۱، ۳۸۷۲

نسائی: ۵۴۵۱، ۳۰۰۹، ۸۹۳، ۸۹۴

ابن ماجہ: ۱۲۰، ۳۳۹، ۶۱۵، ۹۷۱، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۲۱۱۲، ۳۵۲۵، ۴۰۲۱

ابن حبان: الاحسان: ۶۹۲۱، ۲۹۶۷، موارد: ۱۴۷، ۲۲۲۹

ابن خزیمہ: ۲۸۳۰

المختارۃ للضیاء المقدسی ۳/ ۳۶۸-۳۸۶ ح ۳۹۴-۴۱۲

الحاکم: ۱/ ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۴/ ۲۱۳

اب منہال پر جرح کے اقوال مع تبصرہ پیش خدمت ہیں۔

۱۔ شعبہ = امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ:

"**ترک شعبة المنهال بن عمرو علی عمد**" شعبہ نے جان بوجھ کر منہال کو ترک کر دیا تھا (الضعفاء للعقیلی ۴/ ۲۳۶ والجرح والتعدیل ۸/ ۳۵۷) شعبہ ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے اور امام احمد ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے لہٰذا یہ قول بے سند اور منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے،

وھب بن جریر سے روایت ہے کہ شعبہ نے فرمایا:

أتیت منزل منهال بن عمرو فسمعت منه صوت الطنبور فرجعت ولم أسأله.

میں منہال بن عمرو کے گھر کے پاس آیا تو میں نے وہاں سے طنبور (باجے) کی آواز سنی میں واپس چلا گیا اور اس سے پوچھا تک نہیں۔

وھب نے کہا کہ میں نے کہا:

وھل لا سألته فعسی کان لا یعلم اور آپ نے اس سے پوچھا کیوں نہیں ہوسکتا ہے کہ اسے پتہ ہی نہ ہو۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/ ۲۳۷)

معلوم ہوا کہ امام شعبہ کی جرح صحیح نہیں ہے. حافظ ذہبی اس جیسی شعبہ کی جرح نقل کر کے فرماتے ہیں:

وھذا لایوجب غمز الشیخ اور اس سے شیخ پر جرح لازم نہیں ہوتی (میزان الاعتدال ۴/ ۱۹۲)

ا۔شعبہ کی منھال پر جرح اس کی بیان کردہ ایک خاص حدیث ''حدیث ابی بشر عن مجاھد: حدیث الطیر'' سے ہے دیکھئے کتاب العلل لاحمد (۱۲۷۱) وموسوعۃ اقوال احمد (۳/ ۴۰۴) واللفظ لہ۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: روی عنہ منصور وشعبہ (التاریخ الکبیر ۸/ ۱۲) یعنی منھال سے منصور اور شعبہ نے روایت بیان کی ہے۔ راقم الحروف نے اپنے رسالہ ''نصر الرب'' میں ثابت کیا ہے کہ شعبہ عام طور پر اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایتیں کرتے تھے (ص ۱۳) لیکن حافظ ذہبی نے بغیر کسی مستند حوالے کے لکھا ہے کہ: ''**ثم ترکه بآخره**'' (الکاشف: ۵۷۵۲) یعنی شعبہ نے آخر میں منھال کو ترک کر دیا تھا۔ واللہ اعلم

۲۔ مغیرہ (بن مقسم) صاحب ابراھیم = مغیرہ سے منسوب جرح تاریخ دمشق (۶۳/ ۲۷۳، ۲۷۴) میں مذکور ہے اس کا راوی محمد بن عمر الحنفی مجھول ہے. حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''محمد بن عمر الحنفی راوی الحکایۃ فیہ نظر'' (اس) حکایت کے راوی محمد بن عمر الحنفی میں نظر ہے (تھذیب التھذیب ۱۰/ ۳۲۰)

۳۔ یحیی القطان = حاکم نے بغیر سند اور بغیر کسی حوالے کے نقل کیا کہ غمزہ یحیی بن سعید (القطان) یعنی: یحیی القطان نے منھال پر جرح کی' (میزان الاعتدال ۴/ ۱۹۲)

یہ جرح تین وجہ سے مردود ہے۔

ا ۔جرح غیر مفسر ہے ب ۔جرح کے ثبوت میں نظر ہے ج ۔جمہور محدثین کی توثیق کے خلاف ہے۔

۴: جوزجانی = سیئ المذھب (أحوال الرجال: ۴۳) تاریخ دمشق میں یہ اضافہ ہے کہ: وقد جری حدیثہ (۶۳/ ۲۷۵)

۵: ابن حزم = لیس بالقوی (سیر أعلام النبلاء ۵/ ۱۸۴)

۶: یحیی بن معین = اس کی شان گھٹاتے تھے (تاریخ دمشق ۶۳/ ۲۷۵)

اس کے راوی احوص بن مفضل کو دارقطنی نے لیس بہ بأس کہا اور ابن حجر نے کہا: ''**وأورد... حدیثاً منکرًا لیس فی سنده ما یتھم به غیره**'' (لسان المیزان ا/ ی ۳۳۲ ت ۱۰۲۲)

تنبیہ: احوص بن المفضل کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ لیس بہ بأس (یعنی صدوق حسن الحدیث) ہے۔ دیکھئے سوالات السھمی للدارقطنی (۲۰۸)

ان جارحین کے مقابلے میں معدلین وموثقین کے اقوال بھی پڑھ لیں

ا۔ یحیی بن معین = ثقہ (تاریخ یحیی بن معین: ۱۹۸۷، الجرح والتعدیل ۸/ ۳۵۷)

۲۔العجلی =ثقۃ (تاریخ الثقات:۱۶۴۳)

۳۔الدارقطنی =صدوق (سوالات الحاکم للدارقطنی:۴۸۴)

۴۔البخاری =روی لہ فی صحیحہ:۱۷۳۳، ۵۵۱۵، قبل ح ۴۸۱۶

۵۔ابن خزیمہ =روی لہ فی صحیحہ :۲۸۳۰

۶۔ابن حبان =روی لہ فی صحیحہ: موارد:۱۴۷، ۲۲۲۹، الاحسان:۶۹۲۱، ۲۹۶۷

۷۔الضیاء المقدسی =روی لہ فی المختارۃ (۳/ ۳۶۸۔۳۸۶ ح ۳۹۴۔۴۱۲)

۸۔الحاکم =صحح لہ فی المستدرک (۱/ ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۴/ ۲۱۳) وغیرہ

۹۔الترمذی =قال فی حدیثہ: ''حسن صحیح'' (۲۰۶۰)

۱۰۔ابن شاہین =ثقۃ (الثقات:۱۴۱۲)

۱۱۔بیہقی =صحح حدیثہ (شعب الایمان:۳۹۵)

۱۲۔ابوعوانہ =روی لہ فی صحیحہ (اتحاف المھرۃ ۲/ ۴۵۹ ح ۲۰۶۳)

۱۳۔الذھبی =صحح حدیثہ (تلخیص المستدرک ۱/ ۳۷۔۴۰)

ذہبی نے میزان الاعتدال میں منہال کے ساتھ ''صح'' کی علامت لکھی ہے (۴/ ۱۹۲) تعدیل زاذان (حوالہ نمبر ۱۰) میں بحوالہ لسان المیزان (۲/ ۱۵۹) گزر چکا ہے کہ ایسے راوی پر جرح باطل ہوتی ہے اس کے باوجود حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۵/ ۱۸۴) میں یہ عجیب وغریب بات لکھ دی ہے کہ:

''**حدیثه فی شأن القبر بطو له فیه نکارة و غرابة**'' یعنی اس کی عذاب القبر والی حدیث میں اجنبیت اوراوپرا پن ہے. ذہبی کا یہ قول ان کی تعدیل کے مقابلے میں باطل ہے.

۱۴۔محمد بن اسحاق بن یحیی بن مندہ =صحح حدیثہ فی کتاب الایمان (۲/ ۸۲۰ ح ۸۴۴)

۱۵۔ابن حجر العسقلانی =صدوق/ ربما وھم (تقریب التھذیب:۶۹۱۸)

ایسا راوی حافظ ابن حجر اور عام محدثین کے نزدیک حسن درجے کا ہوتا ہے

تحریر تقریب التھذیب میں حافظ ابن حجر کے قول پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہوا ہے کہ:

''**بل ثقة فقد وثقه الأئمة :ابن معین والنسائي والعجلي وذکره ابن حبان فی الثقات ولم یجرح بجرح حقیقي ..**'' (۳/ ۴۲۱)

☆النسائی =حافظ المزی نے بغیر کسی سند کے نسائی سے نقل کیا کہ: ''ثقۃ'' یعنی منہال ثقہ ہے (تھذیب الکمال ۱۸/ ۴۱۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک منہال ثقہ وصدوق ہے لہٰذا اسکی یہ روایت صحیح یا حسن لذاتہ ہے۔

اس کی بیان کردہ حدیث کی تائید والی روایتیں بھی ہیں مثلاً: سنن ابن ماجہ (کتاب الزھد باب ذکر الموت والاستعداد لہ (ح ۴۲۶۲) والی حدیث ''**ثم تصیر إلی القبر**'' یعنی پھر قبر میں روح چلی جاتی ہے۔ اس کی سند بالکل صحیح ہے:

''حدثنا ابوبکر بن ابی شیبہ حدثنا شبابہ عن ابن أبی ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن سعید بن یسار عن أبی هریرة'' الخ. اس میں نہ زاذان ہے اور نہ منهال بن عمرو، اسے البوصیری (زوائد) المنذری (الترغیب والترهیب ۴/ ۳۷۰) اور ابن القیم (الروح ص ۱۵۵) نے صحیح کہا ہے۔

تعدیلِ زاذان میں (ص ۲۷) پر متابعت والی دو روایتیں گزر چکی ہیں مزید تفصیل کیلئے میرے بھائی محترم مولانا ابو جابر عبداللہ الدامانوی کی کتاب الدین الخالص حصہ اول پڑھ لیں۔

جواب، سوال نمبر ۲:

چونکہ قبر میں اعادہ روح برزخی ہوتا ہے جس کا دنیاوی اعادے سے کوئی تعلق نہیں (دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ لابن ابی العز الحنفی ص ۴۵۱) لہذا نکلنے نکالنے یا داخل ہونے سے دنیاوی زندگی ثابت نہیں ہو جاتی۔ اور اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ جس کا علم ہی نہیں اس کے بارے میں قیاس آرائیوں سے بچنا چاہئے۔

جواب، سوال نمبر ۳:

حدیث براء اور دیگر احادیث مثلاً عمرو بن لُحَیّ وغیرہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اعادہ روح برزخی ہے دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ (ص ۴۵۰) اور عمرو بن لحي والا واقعہ بھی برزخی ہے۔ قبر کا تعلق جنت یا جہنم سے عالم برزخ میں قائم ہے جسے ہم محسوس نہیں کر سکتے۔

جواب، سوال نمبر ٤:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی روایت میں علیین و سجین کی کتابوں میں لکھنے کا ذکر آیا ہے (مسند احمد ۴/ ۲۸۷، ۲۸۸ ح ۱۸۷۳۳) اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ علیین میں جسے لکھ دیا گیا وہ جنت میں اور سجین والا دوزخ میں ہے۔

جواب، سوال نمبر ۵:

یہ روایت بالکل صحیح ہے ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل پر جرح باطل ہے۔ یہ صحیحین کے بنیادی راوی ہیں، انہیں بخاری، مسلم، یحیی بن معین، العجلی، محمد بن سعد وغیرھم جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ایسے راوی پر ایک دو علماء کی جرحیں باطل و مردود ہوتی ہیں۔

روایت کا ترجمہ پڑھ کر مفہوم خود سمجھ لیں یا کسی قریبی صحیح العقیدہ عالم سے ترجمہ کروا کر سن لیں. حدیث صحیح پر ایمان لانے میں ہی دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

جواب، سوال نمبر ٦:

یہ بات صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی وروحی) کا جسم اطہر مبارک مدینے والی قبر میں اور روح مبارک جنت میں ہے جیسا کہ آپ کی ذکر کردہ صحیح حدیث، حدیث بخاری (ح ۱۳۸٦) سے واضح ہے۔

جواب، سوال نمبر ۷:

مُردے پر زندوں کے اعمال پیش ہونے والی کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے تفسیر ابن کثیر (۳/ ۴۳۹ تحت آیہ ۵۲، ۵۳ من

سورۃ الروم) میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اقارب والا واقعہ بے اصل ہے. جو لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں ان پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کی پوری سند مع توثیق اسماء الرجال پیش کریں۔

صرف کسی کا حوالہ دے دینا کافی نہیں ہے مثلاً تفسیر ابن کثیر میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے منسوب بے اصل قصے سے پہلے ابن ابی الدنیا کی کتاب سے منقول ایک روایت کا راوی خالد بن عمرو الاموي: کذاب' منکر الحدیث' متروک الحدیث ہے۔ دیکھئے تھذیب الکمال (۵/۳۹۴'۳۹۵)

اسی ایک مثال سے ان بے اصل روایات کی حقیقت سمجھ لیں۔ جس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ اپنی قبر کی زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اسکی راویہ فاطمہ بنت الریان کے حالات نہیں ملے دیکھئے السلسلہ الضعیفہ للشیخ الالبانی رحمہ اللہ (۹/ ۴۷۵ ح ۴۴۹۳) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی دیگر روایات پر جرح کرکے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ روایت ''ضعیف'' ہے دیکھئے (ص ۴۷۳ تا ص ۴۷۶) آپ کی ذکر کردہ مسند احمد والی روایت (ج ۳ ص ۱۶۴'۱۶۵ ح ۱۲۷۱۳) بھی ''عمن سمع'' والے مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

جواب، سوال نمبر ۸:

ڈاکٹر مسعود احمد عثمانی ایک مشہور کذاب و دجال اور تکفیری و خارجی عقیدے والا آدمی تھا۔ اس نے میرے سامنے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کافر کہا تھا۔ لہٰذا جب تک اصل کتاب نہ دیکھ لیں ڈاکٹر مسعود کی نقل و روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اصل مصادر کی طرف خود رجوع کرکے تحقیق کریں یا پھر ہمیں ڈاکٹر مسعود والے حوالے لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کی تحقیق کی جاسکے۔

تنبیہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منسوب کتاب الصلوۃ اور مسدد کے نام خط دونوں باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔ کتاب الصلوۃ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ھو موضوع علی الإمام'' یعنی: وہ موضوع (کتاب) ہے جو امام احمد سے منسوب کردی گئی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۳۰) نیز دیکھئے الحدیث: ۵ ص ۲۲

جواب، سوال نمبر ۹:

یہ قول امام بخاری کی کتاب جزء القراءۃ میں موجود ہے (مترجم مع عربی ص ۱۳۳ ح ۲۶۹ ب) اسکی سند حسن لذاتہ ہے یعنی یہ صحیح و قابل حجت ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ شہادت اسلام آباد، مارچ ۲۰۰۰ء ج ۷ شمارہ: ۳ ص ۳۲۔۳۷

جواب، سوال نمبر ۱۰:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ سکتے کرنا کتاب القرأت للبیہقی (ص ۱۰۳) میں باسند حسن لذاتہ ثابت ہے. حسن لذاتہ روایت حجت ہوتی ہے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے راویوں پر جرح و تعدیل کے جو اقوال پیش کئے ہیں ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ جمہور محدثین کا موقف بیان کرکے اسے ترجیح دی جائے. میرے نزدیک جرح و تعدیل میں تعارض کی صورت میں اگر تطبیق و توثیق ممکن نہ ہو تو ہمیشہ جمہور محدثین کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی پر میرا عمل ہے. دیکھئے میری کتاب نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین (ص ۵۹/ ۶۰ وطبع قدیم ص ۴۱'۴۲)

تاج الدین عبدالوھاب بن علی السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) کہتے ہیں:

" والجرح مقدم إن كان عدد الجارح أكثر من المعدل إجماعاً، وكذا إن تساويا أو كان الجارح أقل ، وقال ابن شعبان : يطلب الترجيح "

اگر معدلین (توثیق کرنے والوں) کے مقابلے میں جارحین کی تعداد زیادہ ہو تو بالاجماع جرح مقدم ہو جاتی ہے، اور اگر برابر ہوں تو بھی جرح مقدم ہو جاتی ہے، یا اگر جارح کم ہوں تو (سبکی کے نزدیک جرح مقدم ہے) اور ابن شعبان نے کہا: ترجیح دیکھی جائے گی یعنی دوسرے دلائل سے ترجیح دیں گے۔ (قاعدہ فی الجرح والتعدیل ص ۵۰، ۵۱ واللفظ لہ ، جمع الجوامع ۲/۱۷۲) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس پر اجماع ہے کہ جارحین (یعنی ماہر اہلِ فن ثقہ محدثین) کی اکثریت کی حالت میں جرح مقدم ہوتی ہے۔ رہا مسئلہ جرح میں برابری یا جارحین کی قلت کا تو اس صورت میں راقم الحروف کے نزدیک تحقیق درج ذیل ہے: (۱) جارحین ومعدلین دونوں برابر برابر ہوں، ایسی کوئی مثال میرے علم میں نہیں ہے (۲) جارحین کی قلت کی صورت میں معدلین کی تعدیل مقدم ہوگی۔

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ''جب کسی راوی میں توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو محدثین کے نزدیک اکثر کے قول کا اعتبار ہے اور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح وتعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مبہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی اگرچہ جارحین کا عدد معدلین کے عدد سے زیادہ ہو اور احتیاط بھی قبول ہی کرنے میں ہے...'' (سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۷۹) اس میں (دیوبندی) فقہاء کے مقابلے میں محدثین کا قول ہی راجح ہے۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ''بایں ہمہ ہم نے توثیق وتضعیف میں جمہور ائمہ جرح وتعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۴۰)

تنبیہ: محدث اگر کسی روایت کی تصحیح یا تحسین کرے (یعنی صحیح یا حسن کہے) تو یہ اس محدث کے نزدیک اس روایت کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ: **''وصحح حديثه ابن المنذر وابن حزم وغيرهما فذلك توثيق له والله أعلم''** اس کی حدیث کو ابن المنذر اور ابن حزم نے صحیح کہا اور یہ اس (راوی) کی توثیق ہے واللہ اعلم (میزان الاعتدال ۴/ ۵۵۸ ت ۱۰۴۷۸)

ابن القطان الفاسی نے کہا: **''وفي تصحيح الترمذي إياه توثيق لزينب وسعد بن إسحاق''** اور ترمذی کے اس حدیث کو صحیح کہنے میں زینب اور سعد بن اسحاق کی توثیق ہے۔ (بیان الوھم والایھام الواقعین فی کتاب الاحکام ۵/ ۳۹۵ ح ۲۵۶۲، نصب الرایۃ ۳/ ۲۶۳) یہی موقف صاحب الامام (نصب الرایۃ ۱/ ۱۴۹) اور شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا ہے (السلسلۃ الصحیحۃ ۶/ ۶۶۰ ح ۲۷۸۳، ۷/ ۱۶ ح ۳۰۰۷) نیز دیکھئے الاقتراح لابن دقیق العید (ص ۳۲۵۔ ۳۲۸) توجیہ القاری للشیخ ثناء اللہ الزاھدی (ص ۶۳)

تنبیہ: ان جوابات میں بعض مقامات پر ضروری اصلاح اور اضافہ بھی کیا گیا ہے تا کہ قارئین کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ معلومات پیش کر دی جائیں۔ والحمد للہ **وما علينا إلا البلاغ**